تعدد ازدواج ــــ حقائق کے آئینہ میں

مولانا نورالحق رحمانی

شائع کردہ:

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

76A/1، مین بازار، اوکھلا گاؤں، جامعہ نگر، نئی دہلی-۲۵

(©جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ)

نام کتاب	:	تعدد ازدواج ــــ حقائق کے آئینہ میں
مصنف	:	مولانا نورالحق رحمانی
طبع اول	:	مارچ ۲۰۱۰ء
تعداد	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	مرکزی دفتر بورڈ نئی دہلی
پروف ریڈنگ	:	محمد وقارالدین لطیفی ندوی
صفحات	:	۴۴
قیمت	:	۲۵/روپے

ناشر

مرکزی دفتر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ-نئی دہلی

فہرست

پیش لفظ	۴
تعدد ازدواج	۶
مختلف ادیان ومذاہب میں تعدد ازدواج کی اجازت	۸
اخلاق ومذاہب کی انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:	۹
اسلام سے قبل اہل عرب میں تعدد ازدواج کا رواج	۱۰
اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت	۱۱
ایک سے زیادہ شادی کے لئے شرعی پابندیاں	۱۲
تعدد ازدواج حدیث میں	۱۵
تعدد ازدواج کی حکمت ومصلحت	۱۶
مرد کی شخصی ضرورت	۱۶
تعدد ازدواج کی افادیت عورت کے لئے	۱۸
مردوں اور عورتوں کی تعداد میں عدم توازن اور اس کے اسباب	۲۰
تعدد ازدواج سے انکار کے نتائج	۲۶
خلاصۂ بحث	۳۳
انصاف پسند اہل مغرب کا تعدد ازدواج کی طرف میلان	۳۸

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

شریعت اسلامی کے امتیازات میں سے ایک اس کا فطرت انسانی سے ہم آہنگ ہونا ہے، اسلام کا یہ مزاج جیسے تمام احکامِ شرعیہ میں کارفرما ہے، اسی طرح معاشرتی مسائل میں بھی اس کی یہ خصوصیت پوری طرح موجود ہے، مگر بدقسمتی سے شریعت کے بعض وہ احکام جو اپنے ثمرات ونتائج کے اعتبار سے انسانیت کے لئے مفید اور ثمر آور ہیں، بجائے اس کے کہ اسے قبول کیا جاتا، اس کی مخالفت کی جاتی ہے، ایسے ہی مسائل میں سے ایک تعدد ازدواج کا مسئلہ بھی ہے، اسلام میں تعدد ازدواج کو نہ واجب قرار دیا گیا ہے، نہ اس کی ترغیب دی گئی ہے، صرف اس کی گنجائش رکھی گئی ہے، وہ بھی اس شرط پر کہ مرد تمام بیوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرے اور عدل کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔

عملی طور پر تعدد ازدواج کا رواج بہت ہی کم ہے اور خاص کر ہندوستان میں مختلف سروے رپورٹوں کے مطابق مسلمانوں میں اس کا تناسب چند فی ہزار ہے اور یہ تناسب ہندو برادران وطن اور دوسری قوموں سے کم ہے، کیوں کہ ایک سے زیادہ نکاح کے لئے معاشی فارغ البالی بھی مطلوب ہے اور ایک سے زیادہ نکاح کی وجہ سے مرد کو اکثر اوقات کشمکش سے گذرنا پڑتا ہے، یہ بھی اس ارادہ میں یک گونہ رکاوٹ بنتا ہے؛ لیکن یہ ایک

حقیقت ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت ایک معاشرتی ضرورت ہے اور بہت سی دفعہ اس سے نہ صرف شوہر کی ضرورت پوری ہوتی ہے، بلکہ پہلی بیوی کے حق میں بھی یہ مفید ثابت ہوتا ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جس سماج میں تعدد ازدواج کو شجر ممنوعہ سمجھا جاتا ہے اور اس کی اجازت نہیں دی جاتی، وہاں قانونی طور پر تو ایک ہی بیوی ہوتی ہے، لیکن غیر قانونی تعلقات کی کوئی انتہا نہیں ہوتی، مغربی ممالک آج اس کی واضح مثال ہیں۔

چنانچہ تعدد ازدواج کے بارے میں اسلام کے خلاف پھیلائی جانے والی غلط فہمیوں کو دور کرنے کے لئے مولانا نورالحق رحمانی (استاذ المعہد العالی للتدریب فی القضاء والافتاء، پھلواری شریف، پٹنہ) نے یہ رسالہ مرتب کیا ہے، اس رسالہ میں تعدد ازدواج سے متعلق مختلف مذاہب کا نقطۂ نظر، اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت کے لئے شرعی پابندیاں، تعدد ازدواج کی مختلف حکمتیں اور مصلحتیں، اس سلسلے میں تاریخی تجربات اور اس قانون سے انکار کے نقصانات نیز تعدد ازدواج کی افادیت کے سلسلے میں معروف غیر مسلم مفکرین کے تأثرات پر عمدہ گفتگو کی گئی ہے، میں اس سلسلے میں مؤلف کا بھی شکر گذار ہوں اور جناب مولانا خالد سیف اللہ رحمانی (کنوینر تفہیم شریعت کمیٹی) کا بھی، جن کی ایماء پر یہ رسالہ مرتب کیا گیا ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ قانون شریعت کی تفہیم اور اس سلسلے میں غلط فہمیوں کے ازالہ کی نسبت سے اس تحریر کو امت کے لئے نفع کا ذریعہ بنائے۔

سید نظام الدین
جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ

۱۰/۲/۲۰۱۰ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعدد ازدواج

نکاح تحفظ اخلاق، افزائش نسل اور قلب ونظر کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے، یہ انسان کی اور انسانی سماج کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے۔ اسی لئے اس کا رواج شروع سے ہر مذہب وملت اور ہر ملک ومعاشرہ میں رہا ہے، اسلام نے نکاح کی نہ صرف اجازت دی ہے بلکہ اس پر ابھارا ہے اور بعض حالات میں اسے فرض اور لازم قرار دیا ہے، بلکہ بعض مخصوص حالات میں صیانت اخلاق اور ملک ومعاشرہ کی ناگزیر ضرورت کی خاطر کچھ شرائط کے ساتھ مردوں کو ایک سے زیادہ چار تک نکاح کی اجازت دی ہے، یہ اجازت نہ صرف اسلام میں بلکہ دیگر مختلف ادیان ومذاہب میں بھی موجود رہی ہے اور عملی طور پر ہر سماج میں اس کا رواج رہا ہے۔

لیکن اس وقت صورت حال یہ ہے کہ اہل مغرب نے اس پر پابندی عائد کردی ہے اور قانوناً اسے ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دے دیا ہے، جس کی بنا پر مغربی ملکوں میں کوئی مرد ایک وقت میں ایک سے زیادہ عورت کو اپنے نکاح میں نہیں رکھ سکتا، ہاں ناجائز طریقے پر وہ سینکڑوں عورتوں سے جنسی تعلق قائم کرسکتا ہے اور قانونی طور پر ان کے نزدیک یہ کوئی جرم نہیں ہے۔

اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی، یہ صرف قانونی اجازت

ہے، کوئی فریضہ نہیں ہے جو مسلمانوں پر عائد کیا گیا ہو، نہ یہ اسلام کا عام دستور ہے۔ اسی لئے اسلامی ملکوں اور مسلم معاشروں میں بھی عموما یک زوجگی ہی کا چلن ہے۔ تعدد ازدواج کے واقعات شاذ ونادر ہی ہوتے ہیں۔ ہندوستان کے سروے اور اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں میں تعدد ازدواج کا رواج ایک فی صد سے بھی کم ہے (۹ ر فی ہزار)

بہر حال کچھ حدود وقیود کے ساتھ اسلام نے ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی ہے۔ اس کی ضرورت واہمیت اور حکمت ومصلحت کو سمجھنا ماضی کے مقابلے میں اس وقت زیادہ آسان ہے۔

پیدائش کے لحاظ سے تو عام طور پر مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر ہوتی ہے۔ مگر قدرتی طور پر ایسے حالات اور آفات وحوادث پیش آتے رہتے ہیں جن کی بنا پر مردوں اور عورتوں کے درمیان تعداد کا تناسب برقرار نہیں رہتا۔ عام حالات میں مردوں کی تعداد گھٹ جاتی ہے اور عورتوں کی تعداد بڑھ جاتی ہے ایسے حالات میں عورتوں کی زائد تعداد کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے اسلام کا یہ قانون رحمت ثابت ہوتا ہے۔ اس لئے تعدد ازدواج کا قانون نہ صرف مرد کے لئے بلکہ اس سے زیادہ عورت اور سماج کے لئے نعمت اور رحمت ہے۔

اسلام ایک الٰہی اور آفاقی دین ہے، وہ ابدیت کی شان رکھتا ہے، وہ متحرک اور رواں دواں زندگی کے ساتھ ساتھ چلتا ہے اور اس کی جملہ مشکلات ومسائل کا حل پیش کرتا ہے۔ اس کے ازدواجی قانون میں اس دور کے اس سنگین مسئلے اور سماجی پیچیدگی و دشواری کا حل بھی موجود ہے جس سے اس وقت پوری دنیا دوچار ہے۔ اور اسے اس کے مفاخر و محاسن میں شمار کیا جانا چاہئے کہ اس نے اس دور کی مشکلات کا حل چودہ سو سال قبل پیش کیا جس کے سامنے آج اہل مغرب اور مسیحیت عاجز اور بے دست و پا ہے اور کوئی مناسب حل پیش کرنے سے قاصر ہے نہ یہ کہ اسلام کی اس اجازت کو اس کے عیوب ونقائص میں شمار کیا

جائے اور اس کی وجہ سے اسے مورد الزام ٹھہرایا جائے۔

سوال یہ ہے کہ ایسے حالات میں جب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہو تو اس مشکل اور پیچیدگی کا کیا حل ہے۔ اگر عورتوں کی اس کثیر تعداد کو غیر شادی شدہ مرد نکاح کے لئے نہ ملے تو آخر وہ کیا کریں؟ زندگی بھر اپنی فطری خواہشات کو قربان کریں، شادی، شوہر، ازدواجی حقوق اور ماں بننے کی نعمت سے محروم رہیں، یا اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کے لئے اپنی عفت و عصمت کو پامال کریں اور بدکاری و بے حیائی کی راہ پر چل کر ملک ومعاشرہ میں اخلاقی گندگی اور صنفی انارکی پھیلائیں یا اس کا ایسا حل پیش کیا جائے جس سے عورت کی عزت وشرافت بھی محفوظ رہے اور خاندان وسماج کی پاکیزگی بھی برقرار رہے اور جنسی برائی سر نہ اٹھائے، ظاہر ہے کہ یہ دوسرا حل جو اسلام نے پیش کیا ہے وہ پہلے کے مقابلے میں ہر لحاظ سے بہتر ہے۔

مختلف ادیان ومذاہب میں تعدد ازدواج کی اجازت

حقیقت یہ ہے کہ ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت تنہا اسلام نے نہیں دی ہے بلکہ یہ اجازت دیگر اقوام ومذاہب میں بھی موجود ہے اور مقدس مذہبی شخصیتوں کا ہر دور میں اس پر عمل رہا ہے، انبیاء علیہم السلام جو پوری انسانیت کا جوہر اور خلاصہ اور اخلاق وروحانیت کے سب سے بڑے علم بردار ہیں جن کی پاکیزہ زندگی پوری انسانیت کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے وہ بھی بڑی تعداد میں اس پر عمل پیرا رہے ہیں۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام جنہیں نہ صرف مسلمان بلکہ یہود ونصاریٰ بھی اپنا مقتدا اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں ان کی دو بیبیاں تھیں حضرت سارہ اور ہاجرہ علیہما السلام اور ان دونوں بیویوں سے نسل چلی اور ان کے پوتے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بھی متعدد بیویاں تھیں اور انبیائے بنی اسرائیل میں سے بعض حضرات کے یہاں بیویوں کی تعداد سو اور اس سے متجاوز ہے۔ مثلاً خود ان کی مذہبی کتابوں

میں مذکور ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی سو بیویاں تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی سات سو آزاد بیویاں اور تین سو باندیاں تھیں جن کی مجموعی تعداد ہزار کو پہنچتی ہے۔ ہندو مذہب کی محترم شخصیت راجہ دسرتھ کی تین بیویاں تھیں، اسی طرح راج جی اور کرشن جی کے یہاں بھی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں۔ یہاں تک کہ امریکہ اور یورپ کے ممالک جن کا مذہب مسیحیت اور عیسائیت ہے اور جنہوں نے قانونی طور پر بالکلیہ اس پر بندش لگادی ہے ان کی مذہبی کتابوں تورات وانجیل میں اس کی ممانعت کسی آسمانی نص سے نہیں ہے۔ سترہویں صدی عیسوی کے وسط تک کلیسا اور ریاست نے اسے جائز تسلیم کرتے ہوئے اس کی اجازت دی ہے اور تین صدی قبل تک قانونی حیثیت سے اس پر عمل بھی ہوتا رہا۔ ایک مشہور اسلامی اسکالر اور اس دور کے عظیم شامی محقق ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی مرحوم اپنی فاضلانہ کتاب ''المرأۃ بین الفقہ والقانون'' میں تحریر فرماتے ہیں:

اسلام ہی نے سب سے پہلے چندزوجیت کی اجازت نہیں دی ہے بلکہ تقریباً تمام قدیم اقوام مثلاً یونانیوں، چینیوں، ہندوؤں، بابلیوں، اشوریوں اور مصریوں میں بھی اس کا رواج موجود تھا اور ان میں سے اکثر قوموں کے یہاں بیویوں کی کوئی تعداد بھی محدود ومقرر نہ تھی۔ چینی مذہب-لیکی- میں ایک سو تیس تک بیویاں رکھنے کی اجازت تھی اور بعض چینی سربراہوں کے یہاں تو لگ بھگ تین ہزار عورتیں تھیں۔ اس کے علاوہ یہودی مذہب میں بھی بغیر کسی حد کے بیویاں رکھنے کی اجازت تھی، تمام انبیاء تورات کے یہاں، بہت سی بیویوں کا پتہ چلتا ہے (ص:۱۷)

اخلاق ومذاہب کی انسائیکلوپیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے:

مسیحیت کے اولین مبلغوں نے چندزوجگی کی بھی تنقیص نہیں کی، توریت میں چند زوجگی کی ممانعت نہیں کی گئی اور نہ انجیل میں ہی ممانعت موجود ہے، قدیم یہودیوں کے

یہاں اس کا رواج پایا جاتا تھا، چنانچہ یہودی علماء اسے اپنی روایات کے منافی نہیں خیال کرتے۔ (Encyclopadia of Religion and Ethics P. 43)

قرون وسطی میں تعدد ازدواج کو کلیسا نے تسلیم کیا تھا اور اس پر قانونی حیثیت سے عمل درآمد بھی تھا، علاوہ ازیں کلیسا اور ریاست دونوں کے تسلیم شدہ قانونی نظام کی حیثیت سے تعدد ازدواج منتشر طور پر ادھر ادھر سترہویں صدی عیسوی کے وسط تک موجود تھا۔ (تعدد ازدواج ص ۵۵ مولفہ سید حامد علی)

ڈاکٹر محمود عباس عقاد کی تصریح کے مطابق بعض عیسائی فرقے تو تعدد ازدواج کو ضروری قرار دیتے تھے۔ (المرأۃ فی القرآن للعقاد، ص:۸۲)

اسلام سے قبل اہل عرب میں تعدد ازدواج کا رواج

اسلام سے قبل خود عرب میں بھی چندزوجگی کا رواج زیادہ وسیع پیمانے پر تھا اور بیویوں کی کوئی خاص تعداد متعین نہیں تھی چنانچہ متعدد صحابہ کرامؓ کے بارے میں وارد ہے کہ اسلام قبول کرنے کے وقت ان کے نکاح میں چار سے زیادہ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں یہ ہدایت فرمائی کہ چار کو روک کر باقی کو جدا کردیں، حضرت غیلان بن سلمہ ثقفیؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کی دس بیویاں تھیں، اسی طرح نوفل بن معاویہؓ کے پاس پانچ بیویاں تھیں، اسی طرح حارث بن قیسؓ کے اسلام قبول کرنے کے وقت آٹھ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو یہ حکم دیا کہ چار کے سوا سب کو جدا کردیں چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا، تفسیر کبیر ۱۴۲/۵ سورہ نساء آیت ۳ میں ہے:

روی أن غیلان اسلم و تحته عشر نسوة ، فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم : أمسک أربعا و فارق باقیهن، و روی أن نوفل بن معاویةؓ

أسلم و تحته خمس نسوة فقال عليه السلام: أمسک أربعا و فارق واحدة“

فی کتاب أبی داؤد عن الحارث بن قیسؓ قال: أسلمت و عندی ثمان نسوة فذکرت ذلک للنبی صلی الله علیه وسلم فقال: اختر منهن أربعا (الجامع لأحکام القرآن ۵/ النساء آیت ۳ ص: ۱۳)

اسلام میں تعدد ازدواج کی اجازت

قرآن کریم کی چوتھی سورت سورہ نساء ہے جس کی تیسری آیت میں ایک سے زیادہ چار تک عورتوں سے نکاح کرنے کی صریح اجازت دی گئی ہے۔ ارشاد باری ہے: **فانکحوا ما طاب لکم من النساء مثنی و ثلث و ربع فان خفتم أن لا تعدلوا فواحدة** (النساء/۳)، تو جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان میں سے دو دو تین تین چار چار سے تو نکاح کر ہی سکتے ہو اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی پر بس کرو۔

احد کی لڑائی سن تین ہجری میں ہوئی جس میں ستر صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے تھے، یہ ایک عظیم حادثہ تھا جو مسلمانوں کے ساتھ پیش آیا، سورۂ نساء اسی غزوہ کے بعد نازل ہوئی ہے، اس لئے اس میں اسی جنگ سے پیدا ہونے والی صورت حال سے متعلق اہم ہدایات اور احکام ہیں، مثلاً ترکہ کی تقسیم سے متعلق احکام، یتیم بچوں کے مال کی حفاظت اور اس کے بے جا استعمال سے باز رہنے کی تاکید، یتیم بچیوں کی شادی کے سلسلے میں ہدایات اور ان سے شادی کرنے کی صورت میں ان کے واجبی مہر ادا کرنے کی تاکید وغیرہ، جنگ احد میں ستر صحابہ کی شہادت کے نتیجے میں مدینہ منورہ کی ستر خواتین بیوہ ہو گئیں اور ستر گھر مردوں سے خالی ہو گئے تھے، اسی پس منظر میں یہ اشارہ کیا گیا اور گویا یہ ہدایت دی گئی کہ اسلام کے جن جانباز مجاہدین نے دین کی خاطر قربانیاں دی ہیں اور جام شہادت نوش فرمایا ہے ان کے پس

ماندگان اور اہل وعیال کو فراموش نہ کیا جائے، بلکہ ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا جائے کہ بیواؤں کو اپنے شوہر اور یتیموں کو اپنے باپ کی غیر موجودگی کا احساس نہ ہو اور اس کی بہتر صورت یہ ہے کہ معاشرہ کے خوشحال افراد ان کی بیواؤں سے نکاح کر کے ان کو اور ان کے یتیم بچوں کو اپنی کفالت میں لے لیں، چنانچہ اس کے بعد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہؓ اور ام المساکین حضرت زینب بنت خزیمہؓ سے نکاح فرمایا جن کے شوہر حضرت ابو سلمہؓ اور حضرت عبد اللہ بن جحشؓ (آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی) اس غزوہ میں شہید ہو گئے تھے، اسی طرح دیگر صحابہ کرامؓ نے بھی بیواؤں سے نکاح فرمایا، یہ اس سماجی مشکل کا بہترین حل تھا جو اس جنگ میں ستر صحابہ کی شہادت سے مدینہ منورہ میں پیدا ہو گئی تھی، آیت کریمہ کا نزول اگرچہ ہنگامی حالت کے تحت ہوا تھا اور بظاہر یہ اجازت ایک سماجی دشواری کو حل کرنے کے لئے دی گئی تھی، لیکن قرآن کریم ایک ابدی کتاب ہے، وہ ہنگامی حالات میں ابدی حقائق بیان کرتا ہے، اس لئے شریعت کا اصول ہے کہ اعتبار عموم الفاظ کا ہوگا نہ کہ خصوص سبب کا، اس لحاظ سے تعدد ازدواج سے متعلق قرآن کا یہ حکم بھی عام ہے اللہ تعالی کی ذات علیم وخبیر ہے، اسے اس کا علم تھا کہ انسانی معاشرہ کو مستقل طور پر اس اجازت کی ضرورت ہے، اس لئے کہ جنگی حالات ہمیشہ پیش آتے ہیں اور اس دور میں حادثاتی اموات کثرت سے واقع ہوتی ہیں جن کا شکار زیادہ تر مرد ہی ہوتے ہیں، جس کی بنیاد پر عورتوں کی تعداد مردوں سے بڑھ جاتی ہے، اس لئے عورتوں کی زائد تعداد کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے تعدد ازدواج ایک ناگزیر سماجی ضرورت بن جاتی ہے۔

ایک سے زیادہ شادی کے لئے شرعی پابندیاں

سورہ نساء کی اس آیت میں ایک سے زیادہ نکاح کرنے کی اجازت عدل کی شرط

کے ساتھ دی گئی ہے، یعنی یہ اجازت صرف ان لوگوں کے لئے ہے جو اپنی دو یا تمام بیویوں کے ساتھ منصفانہ اور مساویانہ سلوک کر سکتے ہوں اور جن لوگوں کو یہ اندیشہ ہو کہ بیویوں کے درمیان عدل و انصاف نہ ہو سکے گا اور حقوق کی ادائیگی میں جانب داری اور حق تلفی ہوگی تو انہیں یہ ہدایت دی گئی کہ وہ ایک ہی بیوی پر قناعت کریں، اور جو شخص دو شادیاں کر کے کسی بیوی کے ساتھ ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوا ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں ظالم اور مجرم ہے اور اس کا یہ فعل حرام ہے، حدیث میں ایسے شخص کے بارے میں یہ وعید ہے کہ قیامت کے دن جب وہ اللہ کی عدالت میں حاضر ہوگا تو اس کا ایک پہلو جھکا ہوا اور فالج زدہ ہوگا۔ (دیکھئے مشکوٰۃ، باب القسم)

احادیث کی روشنی میں فقہاء ومفسرین نے ان چیزوں کی تحدید فرمائی ہے جن میں انصاف برتنا اور برابری کا سلوک کرنا شوہر پر لازم ہے اور وہ ہے نان ونفقہ، لباس و پوشاک، رہائش اور شب گذاری میں سب کے ساتھ یکساں برتاؤ (دیکھئے بدائع الصنائع، در مختار، فتاوی ہندیہ وغیرہ)

عدل کی اس شرط میں وہ قلبی محبت وتعلق اور جذباتی لگاؤ یا وابستگی شامل نہیں ہے جو شوہر کو اپنی کسی بیوی سے ہوا کرتی ہے، کیونکہ دل پر کسی کا اختیار نہیں ہے اور جو چیز انسان کی استطاعت سے باہر ہو شریعت کسی کو اس کا مکلّف نہیں بناتی، والدین کو بھی اپنی تمام اولاد سے یکساں محبت نہیں ہوتی لیکن شریعت کا حکم ہے کہ داد ودہش میں اولاد کے درمیان عدل و مساوات ہونا چاہئے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ محبت تھی لیکن حقوق کی ادائیگی میں سب کے ساتھ یکساں سلوک فرماتے،

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقسم بین نسائہ فیعدل و

یقول اللھم ھذا قسمی فیما املک فلا تلمنی فیما تملک و لا أملک (مشکوٰۃ، کتاب النکاح، باب القسم ۲/۲۷۹) نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں کے درمیان (شب گذاری کے لئے) باری مقرر فرماتے تھے اور (ازدواجی حقوق) انصاف برتتے تھے اور فرماتے تھے: اے اللہ جتنا میرے بس میں تھا میں نے برابری کا معاملہ کیا لیکن جو بات میری طاقت سے باہر ہے (یعنی قلبی میلان) اس پر مجھے ملامت نہ فرما (اور مواخذہ نہ فرما)

اور اس سلسلے میں دوسری اہم شرط یہ ہے کہ مرد کی معاشی حالت ایسی ہو کہ پہلے سے جو اہل وعیال اور متعلقین اس کی کفالت میں ہیں ان کے ساتھ دوسری بیوی کا مہر، نفقہ، اور اس رشتے کی بنیاد پر عائد ہونے والی دوسری ذمہ داریوں کو ادا کر سکے، نکاح کے باب میں مال کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس قدرت اور استطاعت کے بغیر پہلے نکاح کے لئے بھی قدم اٹھانا درست نہیں، سورہ نور میں ارشاد فرمایا گیا:

و لیستعفف الذین لا یجدون نکاحا حتی یغنیھم اللہ من فضلہ (النور) اور جن لوگوں کو نکاح کا مقدور نہیں انہیں چاہئے کہ ضبط سے کام لیں، یہاں تک کہ اللہ انہیں اپنے فضل سے غنی کردے۔

اسی طرح بخاری شریف کی وہ مشہور حدیث جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوجوانوں کو نکاح کی ترغیب دی ہے اس میں استطاعت کی شرط مذکور ہے اور جنہیں اس کی استطاعت نہ ہو انہیں روزہ رکھنے کی تاکید کی گئی ہے: **و من لم یستطع فعلیہ بالصوم فانہ لہ وجاء** (بخاری ۲/۷۵۸)

اسی طرح جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے بھی وہ اس قابل ہو کہ اس سے اس کی تمام بیویوں کی جنسی تسکین ہو سکے، استطاعت کے ذیل میں یہ بھی داخل ہے۔

مذکورہ بالا شرائط کے تحقق کے بغیر جو لوگ دوسری شادی کے لئے قدم اٹھائیں ان

کا یہ فعل شریعت کی رو سے ناجائز اور حرام ہے، سماج کے ذمہ دار افراد کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے لوگوں کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کریں کہ یہیں سے فساد کے دروازے کھلتے ہیں، بہت سی عورتیں دوسرے نکاح کے بعد معلقہ بن کر رہ جاتی ہیں اور کوئی ان کا پرسان حال نہیں ہوتا، اور مسلمانوں کی غلطی کو اسلام کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور مذہب بدنام ہوتا ہے، سماج کی ذمہ داری ہے کہ اس صورت حال کی اصلاح کرے۔

تعدد ازدواج حدیث میں

احادیث سے مرد کے نکاح میں چند بیویوں کا ہونا تو تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ میں سے بہت سے حضرات نے متعدد شادیاں کیں، لیکن انہوں نے عدل کو ملحوظ رکھا۔ اوپر تفسیر کبیر اور تفسیر قرطبی کے حوالہ سے یہ روایت گذری کہ تین صحابہ حضرت غیلان ثقفی، حضرت حارث بن قیس اور حضرت نوفل بن معاویہ رضی اللہ عنہم کے اسلام قبول کرتے وقت پہلے کے نکاح میں دس، دوسرے کے نکاح میں آٹھ اور تیسرے کے نکاح میں پانچ بیویاں تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار کو روکنے اور باقی کو چھوڑنے کی ہدایت فرمائی، اسی طرح درج ذیل حدیث میں جس میں دو بیویوں کے درمیان انصاف نہ کرنے کی صورت میں وعید وارد ہوئی ہے وہ بھی تعدد ازدواج کے جواز کی دلیل ہے، ارشاد نبویؐ ہے:

اذا كانت عند الرجل امرأتان فلم يعدل بينهما جاء يوم القيامة و شقه ساقط (مشکوۃ، کتاب النکاح، باب القسم) اگر آدمی کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ ایک پہلو جھکا ہوا (یعنی مفلوج) ہوگا۔

خلیفۂ دوم حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک بیوہ خاتون ام ابان کو حضرت عمرؓ، حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے پیغام نکاح پیش کیا، انہوں نے حضرت طلحہؓ کے پیغام کو قبول کر کے باقی کو مسترد کر دیا، ان چاروں کے نکاح میں پہلے سے بیویاں موجود تھیں۔

تعدد ازدواج کی حکمت ومصلحت

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام نے مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت کیوں دی ہے، اور اس کے کیا فوائد اور مصالح ہیں، کیا عورت کی طرح مرد کی جنسی ضرورت ایک عورت سے پوری نہیں ہوسکتی ہے؟ علماء نے اس بحث کے ذیل میں اس کی بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کا ذکر کیا ہے جن میں سے کچھ وقتی اور عارضی نوعیت کی ہیں اور کچھ مستقل اور دائمی، کبھی یہ انسان کی شخصی ضرورت ہوتی ہے کبھی سماجی اور ملکی، یعنی کبھی مرد کے حالات اسکے متقاضی ہوتے ہیں اور کبھی خود عورتوں کی مصلحت کا تقاضا ہوتا ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے۔

مرد کی شخصی ضرورت

مرد وعورت کے درمیان مختلف حیثیتوں سے فرق ہے، مردوں کی جسمانی ساخت کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ انہیں جنسی آسودگی کی ضرورت عورتوں سے زیادہ پیش آتی ہے۔ جسمانی توانائی اور صحت وتندرستی کے لحاظ سے مردوں کو عورتوں پر فوقیت ہوتی ہے، عورتوں کے ساتھ حیض، نفاس، حمل، ولادت، زچگی اور رضاعت جیسے اعذار لگے ہوئے ہیں جن میں انہیں صحت سے زیادہ مرض سے قریب کہا جاسکتا ہے، مردان تمام زمانہ میں عوارض سے

پاک ہے، ان حالات میں عورت کو نہ جنسی رغبت ہوتی ہے نہ وہ مرد کے جنسی تقاضوں کا ساتھ دے سکتی ہے، انسان کی طبیعتیں اور صلاحیتیں مختلف نوعیت کی ہوتی ہیں، اسی طرح جنسی خواہش بھی سب میں ایک درجے کی نہیں ہوتی، اب اگر کسی فرد کی صنفی خواہش معمول سے زیادہ ہو اور اس کی بیوی مذکورہ اعذار میں سے کسی عذر میں مبتلا ہو جس میں وہ مرد کی جنسی تسکین کے قابل نہ ہو اور ان ایام میں مرد کو جنسی ملاپ کی شدید رغبت ہو تو وہ کیا کرے؟ ماہ واری کی نوبت ہر ماہ پیش آتی ہے اور تین دنوں سے لے کر دس دنوں تک اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے حیض ونفاس کی حالت میں شرعی لحاظ سے تو صحبت ممنوع ہے ہی، طبی نقطۂ نظر سے بھی یہ زوجین کی صحت کے لئے مضر ہے اور ہر سلیم الطبع انسان اس سے کراہت محسوس کرے گا، حمل کی حالت میں جماع بچہ اور زچہ دونوں کے لئے نقصان دہ ہے، خصوصا حمل کے آخری ایام میں صحبت سے پرہیز کرنا ضروری ہے، ولادت کے بعد بھی ایک طویل عرصہ تک عورت صحبت کے قابل نہیں رہتی،

ان حالات میں ایک ایسا انسان جس کے اندر حیوانیت اور شہوت کا مادہ زیادہ ہو اور وہ اپنے صنفی جذبات کو قابو میں نہ رکھ سکے اسے دوسری شادی کی قانونی اجازت ملنی چاہئے تاکہ وہ شریعت کے دائرہ میں رہ کر شریفانہ طریقہ پر اپنی جنسی پیاس بجھائے، ورنہ وہ چوری چھپے آشنائی کرے گا اور پورے معاشرہ کے لئے ناسور بن جائے گا۔

پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ زنانہ عوارض، حیض، نفاس، حمل، ولادت، رضاعت وغیرہ عورت کے نظام جسمانی پر برا اثر ڈالتے ہیں جس سے اس کے جنسی جذبات کمزور پڑ جاتے ہیں اور وہ سن ایاس کو پہنچ جاتی ہے ان سب کی وجہ سے قبل از وقت بڑھاپے کی منزل میں قدم رکھ دیتی ہے، عام طور پر وہ ۴۵/۵۰/سال کے بعد ولادت کے قابل نہیں رہتی جبکہ مرد دیر تک جوان رہتا ہے اور تقریبا اسی سال کی عمر تک اس کی تولیدی

صلاحیت برقرار رہتی ہے، اس بنا پر اسے دوسری شادی کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔

اسی طرح بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں بھی دوسری شادی مرد کی ایک شخصی ضرورت بن جاتی ہے، کیونکہ نکاح کا سب سے بڑا مقصد عفت وعصمت کی حفاظت اور اولاد کا حصول ہے اور مذکورہ بالا صورتوں میں یہ مقاصد حاصل نہیں ہو سکتے، اس لئے یہ حالات بھی مرد کے لئے تعدد ازدواج کی ضرورت پیدا کرتے ہیں۔

تعدد ازدواج کی افادیت عورت کے لئے

بلکہ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں (یعنی بیوی کے دائم المرض اور بانجھ ہونے کی صورت میں) دوسری شادی مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے، جنسی تسکین اور تحفظ اخلاق سب سے اہم و بنیادی ضرورت ہے جس کے لئے نکاح مشروع کیا گیا ہے، نکاح کے بعد اگر بیوی دائم المرض اور صاحب فراش ہو جائے تو ظاہر ہے کہ اس سے جنسی تعلق قائم نہیں کیا جا سکتا، اسی طرح بعض نسوانی امراض جس میں طبی اخلاقیات ازدواجی تعلق قائم کرنے کی اجازت نہیں دیتے، تو اب سوال یہ ہے کہ ان حالات میں مرد کی جنسی ضرورت کی تسکین اور اخلاق کا تحفظ کیسے ہو؟ اگر تعدد کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دیا جائے جیسا کہ مغربی ممالک میں ہے تو مرد کے لئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ اپنی بیمار بیوی کو طلاق دے تاکہ وہ دوسرا نکاح کر کے اپنی فطری ضرورت کی تکمیل کرے، ظاہر ہے کہ یہ صورت خود عورت کے لئے نقصان دہ ہے، وہ ایسے وقت میں شوہر کے سہارے اور رفاقت واعانت سے محروم ہو جاتی ہے جبکہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے اس کی زیادہ مستحق ہے۔ اور یہ چیز انسانی ہمدردی کے بھی خلاف ہے کہ ایسے نازک وقت میں اسے طلاق دے کر رخصت کر دیا جائے۔

اسی طرح اولاد کا حصول نکاح کا دوسرا بڑا مقصد ہے اور بیوی کے بانجھ ہونے کی صورت میں شوہر اولاد سے محروم رہتا ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت قانوناً نہ ہوتو اسے اس بانجھ بیوی کو طلاق دینا پڑے گی تا کہ وہ دوسرا نکاح کر کے اولاد کی نعمت سے بہرہ ور ہو۔ اسلام ازدواجی رشتہ کو تقدس اور عظمت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور آخر دم تک اسے برقرار رکھنا چاہتا ہے، کسی معقول عذر کے بغیر اس رشتہ کا انقطاع اسے گوارہ نہیں، اسی بنا پر شریعت میں طلاق کو جائز امور میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اس سے وہ مقدس رشتہ ٹوٹتا ہے جسے قائم رکھنا اس معاہدہ کی رو سے زوجین کی دینی و اخلاقی ذمہ داری تھی جو انہوں نے نکاح کے وقت اللہ کا نام لے کر اور سماج کے افراد کو گواہ بنا کر کیا تھا، عورت کے بانجھ پن اور بیماری میں خود اس کا کوئی دخل نہیں ہے کہ اسے طلاق کی سزا دی جائے اور شوہر کی ہمدردانہ رفاقت، معاشی کفالت اور امداد و اعانت سے محروم کر دیا جائے۔

ہر سماج میں بیوہ، مطلقہ، غریب، یتیم، بدصورت، بے سہارا اور نادار عورتوں کی ایک تعداد ہوتی ہے جن کی معاشی کفالت کرنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ اگر ان کی شادی کا کوئی نظم نہ ہوتو ان کے صنفی تقاضے کیسے پورے ہوں گے؟ پھر تو اس کا شدید خطرہ ہے کہ وہ بے راہ روی کا شکار ہو جائیں، مردوں کی ہوسناکی کا نشانہ بنیں اور سماج میں فحش کاری اور بے حیائی کی وبا پھوٹ پڑے، ایسی عورتوں کے لئے غیر شادی شدہ مردوں کا ملنا دشوار ہوتا ہے، کیونکہ پہلی شادی کرنے والوں کی نظر میں حسن و جمال اور دولت و ثروت ہوتی ہے لیکن دوسری شادی کے وقت عموماً سماجی مصالح اور گھریلو ضروریات پیش نظر ہوتی ہیں اب جو شادی شدہ مرد ازراہ ہمدردی یا اپنی نجی ضرورت کی خاطر اس سماجی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کریں وہ بڑے محسن ہیں اور سماج کی طرف سے ہمت افزائی اور انعام و اکرام کے مستحق ہیں کہ محض خیر خواہی اور سماجی خدمت کے جذبہ سے نئی ازدواجی ذمہ داریوں کا

بوجھ اپنے سر اٹھا رہے ہیں۔ ظاہر ہے کہ تعدد کی یہ صورت بھی عورتوں ہی کے مفاد کے لئے ہے کہ اس طرح انہیں شوہر، گھر بار اور دیگر ازدواجی حقوق ملیں گے اور سماج میں عزت کا مقام حاصل ہوگا۔

اسی طرح عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہونے کی صورت میں جو اس وقت ہماری دنیا کی عمومی حالت ہے خود عورتوں کی ضرورت اس کی متقاضی ہے کہ مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت دی جائے، ورنہ عورتوں کی وہ تعداد جو مردوں سے زیادہ ہے ان کی شادی کا مسئلہ کیسے حل ہوگا اور ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ ہر حکومت کی ذمہ داری ہےکہ وہ اپنے حدود میں بسنے والے تمام انسانوں کی بنیادی ضرورتیں پوری کرے۔ جس طرح روٹی کپڑا اور مکان انسان کی بنیادی ضرورت ہے اسی طرح شادی اور جنسی خواہش کی تسکین بھی بنیادی ضرورت میں داخل ہے۔ اگر تعدد ازدواج کی اجازت نہ ہوتو وہ عورتیں گھر والی اور شوہر والی نہیں بن سکیں گی اور سماج میں انہیں عزت کا مقام نہیں مل سکے گا، بلکہ وہ داشتہ بن کر رہیں گی اور ان کا جنسی استحصال ہوگا اور ان تمام حقوق سے زندگی بھر محروم رہیں گی جو نکاح کی صورت میں ازروئے قانون انہیں حاصل ہوتے ہیں اور ناجائز صنفی تعلق کے نتیجہ میں جو اولاد ہوگی وہ حرامی ہوگی اور تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی، ان تمام صورتوں میں تعدد ازدواج کا قانون مردوں سے زیادہ عورتوں کے حق میں مفید ہے اور اس میں ان کے مستقبل و مفاد کا تحفظ ہے۔

مردوں اور عورتوں کی تعداد میں عدم توازن اور اس کے اسباب

شرح پیدائش کے اعتبار سے عام طور پر مردوں اور عورتوں کی تعداد برابر ہوتی ہے مگر مختلف اسباب کی بنیاد پر یہ تعداد گھٹتی اور بڑھتی رہتی ہے، مرد قدرتی آفات وحوادث کا

زیادہ نشانہ بنتے ہیں، موت وحیات کے سلسلے میں طبعی قوانین بتلاتے ہیں کہ چھوٹے بچے چھوٹی بچیوں کے مقابلے میں موت کا شکار زیادہ ہوتے ہیں، جس کے نتیجہ میں نوجوان مردوں کی تعداد نوجوان عورتوں سے لازماً کم ہوگی (ماذاعن المرأۃ)

بلکہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا (۱۹۸۴) کی تصریح کے مطابق عمومی طور پر موت کا خطرہ عمر کے ہر مرحلہ میں عورتوں کے لئے کم پایا گیا ہے اور مردوں کے لئے زیادہ، لڑائی کا سلسلہ شروع سے اس روئے زمین پر قائم ہے اور رہتی دنیا تک قائم رہے گا، ہزاروں خونریز جنگوں کی داستان تاریخ کے صفحات میں موجود ہیں، مہابھارت کی جنگ اسی سرزمین پر لڑی گئی، پچھلی صدی میں یورپ کے اندر دو عالمی جنگیں ہوئیں جن میں کروڑوں انسان لقمۂ اجل بنے، اور ظاہر ہے کہ جنگوں میں ہلاک ہونے والے نوے فی صد سے زیادہ مرد ہی ہوتے ہیں، اسی طرح کارخانوں اور فیکٹریوں میں حادثاتی موتیں واقع ہوتی ہیں اور زیادہ تر مرد ہی ان حوادث کا شکار ہوتے ہیں۔ ذیل میں ہم الرسالہ دہلی شمارہ (۱۴۹) سے ایک اقتباس نقل کررہے ہیں جس میں اس کی تفصیلات ذکر کی گئی ہیں:

''اکثر حالات میں سماج کے اندر عورتوں کی تعداد کا زیادہ ہونا اور مردوں کی تعداد کا کم ہونا مختلف اسباب سے ہوتا ہے۔ مثلا جب جنگ ہوتی ہے تو اس میں زیادہ تر صرف مرد مارے جاتے ہیں، پہلی عالمی جنگ (۱۸-۱۹۱۴) میں آٹھ ملین سے زیادہ فوجی مارے گئے، شہری لوگ جو اس جنگ میں ہلاک ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ یہ زیادہ تر مرد تھے، دوسری عالمی جنگ (۴۵-۱۹۳۹) میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی ہلاک ہوئے یا جسمانی طور پر ناکارہ ہوگئے یہ سارے لوگ زیادہ تر مرد تھے، عراق، ایران، جنگ (۱۹۸۸-۱۹۷۹) میں ایران کی ۱۲/ہزار عورتیں بیوہ ہوگئیں، عراق میں ایسی عورتوں کی تعداد تقریبا ایک لاکھ ہے جن کے شوہر اس دس سالہ جنگ میں ہلاک ہوئے اسی طرح مثال کے طور پر جیل اور قید کی

وجہ سے بھی سماج میں مردوں کی تعداد کم اور عورتوں کی تعداد زیادہ ہوجاتی ہے۔ امریکہ کو موجودہ زمانہ میں دنیا کی مہذب ترین سوسائٹی کی حیثیت حاصل ہے، اعداد وشمار بتاتے ہیں کہ امریکہ میں ہر روز تقریبا ۱۳/لاکھ آدمی (13,00,000) کسی نہ کسی جرم میں پکڑے جاتے ہیں، ان میں سے ایک تعداد وہ ہے جو لمبی مدت تک کے لئے جیل میں ڈال دی جاتی ہے، ان سزایافتہ قیدیوں میں ۹۷ فی صد مرد ہی ہوتے ہیں (EB-14/1102)

اسی طرح جدید صنعتی نظام نے حادثات کو بہت زیادہ بڑھادیا ہے، موجودہ زمانہ میں حادثاتی موتیں روز مرہ کا معمول بن گئی ہیں، سڑک کے حادثے، ہوائی حادثے، کارخانوں کے حادثے اور دوسرے مشینی حادثے ہر ملک میں اور ہر روز ہوتے رہتے ہیں، جدید صنعتی دور میں یہ حادثات اتنے زیادہ بڑھ گئے ہیں کہ سیفٹی انجینئرنگ کے نام سے ایک مستقل فن وجود میں آگیا ہے۔ ۱۹۶۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق اس ایک سال میں پچاس ملکوں کے اندر مجموعی طور پر ۱۷۵۰۰۰ حادثاتی موتیں واقع ہوئیں (EB-137) یہ سب زیادہ تر مرد تھے۔

صنعتی حادثات کی موتوں میں سیفٹی انجینئرنگ کے باوجود پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہوگیا ہے، مثال کے طور پر ہوائی حادثات ۱۹۸۸ء میں ہوئے، اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئے تھے، اسی طرح تمام صنعتی ملکوں میں مستقل طور پر اسلحہ سازی کے تجربات ہورہے ہیں اس میں برابر لوگ ہلاک ہوتے رہتے ہیں۔ ان ہلاک شدگان کی تعداد کبھی نہیں بتائی جاتی تاہم یہ یقینی ہے کہ ان میں بھی تمام تر صرف مرد ہی ہیں جو ناگہانی موت کا شکار ہورہے ہیں۔

اس طرح کے مختلف اسباب کی بنا پر عملی صورت حال اکثر یہی ہوتی ہے کہ سماج میں عورتوں کی تعداد نسبتاً زیادہ ہو اور مردوں کی تعداد نسبتاً کم ہوجائے، امریکہ کی سوسائٹی نہایت ترقی یافتہ سوسائٹی سمجھی جاتی ہے، مگر وہاں بھی یہ فرق پوری طرح پایا جاتا ہے، ۱۹۸۷ء

کے اعداد وشمار کے مطابق امریکہ کی آبادی میں مردوں کے مقابلے میں ۷۱ لاکھ (7.8 Million) عورتیں زیادہ تھیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر امریکہ کا ہر فرد شادی شدہ ہوجائے تو اس کے بعد بھی امریکہ میں تقریباً ۷۱/لاکھ عورتیں ایسی باقی رہیں گی جن کے لئے ملک میں غیر شادی شدہ مرد موجود نہ ہوں گے جن سے وہ نکاح کرسکیں۔'' (الرسالہ اپریل ۱۹۸۹ء ص ۷:۹)

ان اسباب وعوامل کی بنیاد پر جو اوپر مذکور ہوئے عملی طور پر بالعموم ہر ملک اور ہر معاشرے میں عورتوں کی تعداد زیادہ رہتی ہے۔ مثلاً برطانیہ کلاں میں بوئروں کی جنگ سے پہلے بارہ لاکھ تین سو پچاس عورتیں ایسی ہوگئی تھیں جن کے لئے تنہا مرد نہیں ہوسکتا تھا ۱۹۰۰ء کی مردم شماری کے لحاظ سے فرانس کے اندر عورتوں کی تعداد مردوں سے چار لاکھ ۲۳/ہزار سات سو نو زیادہ تھی، سویڈن میں ۱۹۰۱ء کی مردم شماری کے لحاظ سے ایک لاکھ ۲۲/ہزار آٹھ سو ستر عورتیں اور آسٹریلیا میں ۱۸۹۰ء میں چھ لاکھ ۴۴ ہزار سات سو چھیانوے عورتیں مردوں سے زیادہ تھیں (عورت اسلام کے سائے میں مؤلفہ مولانا خالد سیف اللہ رحمانی منقول از اسلام اور تعدد ازدواج مؤلفہ محمد سلیمان فاروقی)

۱۹۲۰ء سے ۱۹۴۰ء تک جرمنی میں ہر فرد کے مقابلے میں شادی کی عمر کو پہنچی ہوئی تین عورتیں ہوتی تھیں۔ (الاسلام والسلام العالمی ص ۱۷: سید قطب شہید)

اس وقت دنیا کے بیشتر ممالک اسی صورتحال سے دوچار ہیں، امریکہ جو متمدن دنیا کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ ملک سمجھا جاتا ہے اسکے بارے میں اوپر کے اقتباس میں گذرا کہ ۱۹۸۷ء کے اعداد وشمار کے مطابق وہاں کی آبادی میں مردوں کے مقابلے میں تقریباً ۷۱ لاکھ عورتیں زیادہ تھیں انسائیکلو پیڈیا آف برٹانیکا (۱۹۸۴ء) کی تصریح کے مطابق نہ صرف امریکہ بلکہ آسٹریلیا، برما، جرمن، فرانس، اٹلی، پولینڈ، اسپین، سوئزرلینڈ اور سوویت

یونین وغیرہ میں بھی مردوں اور عورتوں کے تناسب میں قابل لحاظ فرق ہے، ان تمام ملکوں میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔

اس کے اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ مرد اور عورت اگرچہ یکساں تعداد میں پیدا ہوتے ہیں، مگر مختلف اسباب کی بنیاد پر مردوں کی موت زیادہ واقع ہوتی ہے، اس لئے تقریباً ہر دور میں عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ رہی ہے، بالخصوص عصر حاضر میں تو وہ انسانی زندگی کا ایک اہم اور مستقل مسئلہ ہے جو اصحاب فکر ونظر اور ارباب حل وعقد سے فوری حل طلب کرتا ہے اور ظاہر ہے کہ تعدد ازدواج کے سوا اس عالمی مسئلہ کا کوئی اور معقول حل نہیں ہوسکتا، اگر مردوں کو ایک سے زیادہ شادیوں کی اجازت نہ دی جائے تو پھر عورتوں کی وہ فاضل تعداد جنھیں غیر شادی شدہ مرد نکاح کے لئے نہ مل سکیں ان کے فطری تقاضے کیوں کر پورے ہوں گے؟ غذا خوراک، لباس و پوشاک اور دوسری ضروریات کا انتظام ہوسکتا ہے، عورتیں خود کما کر بھی اپنی کفالت کرسکتی ہیں، لیکن جنسی تسکین بھی انسان کی ایک فطری اور بنیادی ضرورت ہے جس کی تکمیل بعض اعتبار سے دوسری ضروریات کی تکمیل سے زیادہ اہم ہے، پھر اس مسئلہ کا مناسب حل کیا ہو اور تعداد کے اس غیر معمولی فرق کے باوجود کس طرح دونوں صنفوں کے درمیان صحت مند تعلق قائم کیا جائے کہ وہ عورتیں جنسی اور معاشرتی استحصال سے بچ سکیں اور ان کا اور ان کے بچوں کا مستقبل محفوظ رہے۔

عورتوں کی کثرت کی صورت میں جو اس دور کا عالمی مسئلہ ہے عملی طور پر تین ہی صورتیں ممکن ہیں، ایک تو یہ کہ یک زوجگی کے اصول پر عمل کیا جائے کہ ہر مرد صرف ایک عورت سے شادی کرے اور باقی عورتیں جنہیں شوہر نہ ملیں تو تجرد کی زندگی گذاریں، نکاح اور اس کی تمام برکتوں اور سعادتوں سے محروم رہیں، اپنے فطری جذبات کو دبائیں اور زندگی بھر صبر وضبط سے کام لیں اور دوسری صورت یہ کہ قانوناً ایک ہی نکاح کی اجازت دی جائے

لیکن اس کے ساتھ مرد و عورت کے ناجائز تعلق کو بھی گوارہ کرلیا جائے تا کہ جن عورتوں کا نکاح کسی مرد سے نہ ہوسکے وہ آزادانہ طور پر مردوں سے مل کر اپنی صنفی خواہش پوری کرسکیں، اس صورت میں ان کی جنسی تسکین تو حرام طریقے پر ہوجائے گی لیکن وہ قانونی شوہر، گھربار، آل و اولاد، نان ونفقہ اور دوسرے ازدواجی حقوق سے محروم رہیں گی جو شادی کی صورت میں قانون کی رو سے حاصل ہوتے ہیں اور تیسری صورت یہ ہے کہ مردوں کو کچھ شرائط کے ساتھ ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے تا کہ تمام عورتیں نکاح کے ثمرات سے بہرہ ور ہوسکیں اور گناہ و معصیت سے اپنا دامن بچاسکیں اور معاشرہ بھی فحش کاری و جنسی بے راہ روی سے محفوظ رہ سکے، اسلام نے اسی تیسری صورت کو اختیار کیا ہے۔

پہلی صورت پر عمل کرنا فطرتا محال ہے، کیونکہ انسان فطری تقاضوں کو دبا نہیں سکتا اور نہ فطرت سے لڑنے میں کامیاب ہوسکتا ہے پس اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتیں مردوں کے ساتھ خفیہ یا علانیہ ناجائز تعلق قائم کرنے پر مجبور ہوں گی اور سماج میں فحاشی اور بے حیائی پھیلے گی اور پھر یہ بالکل نامعقول بات ہے کہ کچھ مردوں اور عورتوں کو نکاح کے ذریعہ جنسی تسکین کا موقع فراہم کیا جائے اور کچھ عورتوں کو اس سے محروم رکھا جائے، ہر حکومت کا فرض ہے کہ وہ اپنے تمام شہریوں کی بنیادی ضرورتوں کی تکمیل کا انتظام کرے۔

دوسری صورت تعدد ازدواج ہی کی غیر قانونی صورت ہے جسے اہل مغرب نے اختیار کیا اب ہر صاحب عقل غیر جانب داری اور عدل وانصاف سے کام لیکر اور ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچ کر فیصلہ کرسکتا ہے کہ کون سا قانون عورتوں کے حق میں ہے اور کون سا ان کے خلاف، کس میں ان کے مصالح اور حقوق کا تحفظ ہے اور کس میں ان کا استحصال، کون سا قانون منصفانہ، عادلانہ، اور حکیمانہ ہے اور کون سا بہیمانہ اور ظالمانہ ہے۔

اسلام شخصی اور اجتماعی ضرورتوں کی تکمیل ، اخلاقی اقدار کی حفاظت اور فحش

کاریوں کے سد باب کے لئے تعدد ازدواج کو قانونی جواز عطا کرتا ہے، تا کہ اگر ایک شخص اپنی ذاتی یا سماجی اور ملکی مصالح کے پیش نظر ایک سے زیادہ عورتوں سے تعلق کی ضرورت محسوس کرے تو وہ شرعی، اخلاقی اور قانونی حدود میں رہ کر نکاح کے ذریعہ اسے اپنی حرم میں داخل کرے، اور ازدواجی رشتہ کی بنیاد پر عائد ہونے والی ذمہ داریوں کو قبول کرے، بیوی اور اس سے پیدا ہونے والے بچوں کی کفالت اور تربیت کا بیڑا اٹھائے، عدل وانصاف کے ساتھ تمام بیویوں اور بچوں کے حقوق ادا کرے، اس صورت میں اس کی تمام بیویوں اور بچوں کو سماج میں عزت کا مقام حاصل ہوگا، اس کی تمام اولاد قانونی اور حلال ہوگی جنہیں ماں باپ کی شفقت و محبت، ان کی سرپرستی و کفالت اور ان کے مرنے کے بعد وراثت حاصل ہوگی، وہ ان کے زیر سایہ پروان چڑھیں گے اور عورت کو شوہر، گھربار، نان ونفقہ، بال بچہ، شوہر کی ہمدردانہ رفاقت ومعیت اور قانونی نگرانی ونگہداشت میسر آئے گی۔ اس کے برخلاف تعدد ازدواج کے ممنوع ہونے کی صورت میں آزاد صنفی تعلق سے جو اولاد پیدا ہوگی وہ غیر قانونی ہوگی اور مذکورہ بالا تمام پدری حقوق سے محروم رہے گی۔ انسان کی شخصیت کی تعمیر میں والدین اور خاندان کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، ناجائز بچہ خاندان کی سرپرستی اور باپ کی کفالت اور تعلیم و تربیت سے بالکلیہ محروم رہے گا، اور عورت ازدواجی حقوق سے۔

تعدد ازدواج سے انکار کے نتائج

انسان کی صحت و سلامتی، جسمانی بالیدگی، قوت کارکردگی، اس کی ذہنی وفکری نشو ونما اور اسے اعلی سیرت و کردار کا حامل بنانے کے لئے صالح اور پاکیزہ معاشرہ کا وجود ضروری ہے، اس کے برخلاف سوسائٹی میں جنسی جرائم و فواحش کا عموم انسانی زندگی اور پورے سماج کے لئے تباہ کن ہے، زنا بظاہر انسانی جوڑے کا وقتی ملاپ ہے لیکن اپنے انجام

کے لحاظ سے یہ نہایت خطرناک اور مہلک ہے جو نسل انسانی کو مسخ کرتا ہے، سماج میں فساد اور بے حیائی پھیلاتا ہے، ازدواجی رشتہ کو کمزور کرتا ہے، پورے سماج کے مزاج کو بگاڑتا ہے، ناجائز اولاد کے مسائل پیدا کرتا ہے، ہر صالح تمدن کا فریضہ ہیکہ وہ اس پر پابندی عائد کرے اور اسے قابل تعزیر جرم قرار دے اور اس کے اسباب ومحرکات سے بھی معاشرہ کو پاک رکھنے کی کوشش کرے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ دوسری طرف جائز اور قانونی حدود میں داعیات فطرت کی تسکین کا موقع فراہم کیا جائے ملک اور سماج میں اگر عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہوتو تعدد ازدواج کی اجازت نہ دینا زنا وبدکاری کے دروازے کو کھولنا ہے، اسی بنا پر جب مغرب میں عورتوں کی کثرت کے باوجود تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دیا گیا تو مردوں وعورتوں کے درمیان ناجائز تعلقات کا دروازہ کھل گیا اور اس انداز میں کھلا کہ ملک ومعاشرہ میں ایک مرد وعورت بھی عفت مآب نہ رہ سکے، چنانچہ بعض انصاف پسند مغربی مفکرین نے اس بات کا کھلا اعتراف کیا کہ مغربی ممالک اور عیسائی اقوام میں زنا و فواحش کی جو کثرت ہے اس کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ کلیسا نے تعدد ازدواج کو ممنوع قرار دے دیا ہے۔ **و قد أنصف بعض الباحثين من الغربيين حيث قال: لم يعمل فى اشاعة الزنا و الفحشاء بين المسيحية عامل أقوى من تحريم الكنيسة تعدد الزوجات** (المیزان فی تفسیر القرآن ۱۹۵/۴-۱۹۶، منقول از رسالہ مسٹر جان دیون بورٹ انگریز بنام الاعتذار الی حضرۃ محمد والقرآن)

مشہور انگریز صاحب قلم جارج برناڈ شاہ اسلام کے اس الٰہی قانون کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی بڑی حکمت ہے کہ مرد عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ خطرات کا نشانہ بنتے ہیں، اگر عالم انسانیت پر کوئی بڑا حادثہ ٹوٹ پڑے جس کی وجہ سے تین چوتھائی مرد ہلاک

ہو جائیں اور اس وقت اگر شریعت محمدی پر عمل کر کے ہر مرد کے لئے چار بیویاں ہوں تو تھوڑی ہی مدت میں مردوں کی تلافی ہو جائے گی، جرمنی میں دوسری جنگ عظیم کے بعد عورتوں نے تعدد ازدواج کا پرزور مطالبہ کیا۔ (مسئلہ تعدد ازدواج مؤلفہ شیخ عبدالعزیز العلی القناعی ص ۱۹)

دوسری جنگ عظیم کے بعد جرمنی میں مردوں کی قلت اور عورتوں کی غیر معمولی کثرت کی وجہ سے مسئلے کا حل تلاش کرنے کے لئے ۱۹۸۴ء میں نوجوانوں کی عالمی تنظیم کا جلسہ ہوا، شرکاء اجلاس طویل غور وفکر اور بحث ومباحثہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اس پیچیدہ مسئلہ کا معقول حل صرف تعدد ازدواج ہے، اس کے سوا کسی اور طریقے سے اس مشکل پر قابو نہیں پایا جاسکتا، پھر اگلے سال ہی جرمنی کے دارالسلطنت ''بون'' کے باشندوں نے حکومت کے ذمہ داروں سے مطالبہ کیا کہ ملکی دستور میں تعدد ازدواج کی اجازت کی دفعہ شامل کی جائے، چنانچہ جرمنی حکومت نے تعدد ازدواج کے سلسلے میں پوری واقفیت حاصل کرنے کے لئے شیخ الأزہر مصر کے نام ایک مراسلہ اور پھر ایک وفد روانہ کیا (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص ۷۵) دوسری جنگ عظیم کے بعد نوجوان کی عالمی تنظیم نے اور عورتوں کی تنظیم نے بھی حکومت سے مطالبہ کیا کہ جس طرح اسلام میں تعدد کی اجازت ہے اسی طرح یہاں بھی مردوں کو ایک سے زیادہ نکاح کی اجازت دی جائے تاکہ عورتوں کی پریشانی ختم ہو سکے اور اس سلسلے میں حکومت کی طرف سے کچھ اقدامات بھی ہوئے لیکن اسے قانونی شکل نہیں دی جاسکی۔ کلیسا اور حکومت نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا اور اس کے مقابلے میں زنا وفواحش کی اشاعت اور ناجائز ولادت اور فساد نسل کو گوارہ کیا، جس کا کوئی جواز مسیحی مذہب کی رو سے نہیں تھا:

أظهرت جمعية النساء العزل تحرجها من فقدان البعولة و سألت الحكومة أن يسمح لهن بسنة تعدد الزوجات الاسلامية حتى يتزوج من

شاء من الرجال بأزيد من واحدة و يرتفع بذالک غائلة الحرمان، غير أن الحکومة لم تجبهن فی ذلک و امتنعت الکنيسة من قبوله و رضيت بفشو الزنا و شيوعه و فساد النسل (المیزان فی تفسیر القرآن ۴/۱۹۴)

یورپ کے اندر پہلی جنگ عظیم میں اسی لاکھ اور دوسری جنگ عظیم میں ساڑھے چھ کروڑ آدمی مارے گئے، یہ زیادہ تر مرد ہی تھے، اس کے نتیجے میں جرمنی و دیگر مغربی ممالک میں مردوں و عورتوں کے درمیان تعداد کا توازن برقرار نہیں رہا، عورتوں کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ بعض ممالک میں شادی کے لائق ہر ایک مرد کے مقابلے میں شادی کے لائق تین عورتیں تھیں، اب اس کا سیدھا آسان اور معقول حل یہی تھا کہ حکومت کی طرف سے مردوں کو ایک سے زیادہ عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت دے دی جاتی تا کہ معاشرہ اخلاقی جرائم و جنسی مفاسد سے پاک رہتا اور یہ چیز مذہبی روایات اور حضرت مسیح علیہ السلام کی اخلاقی تعلیمات سے پوری طرح میل کھاتی تھی اور یہ ان کے مرض کے لئے تریاق وآب حیات کا درجہ رکھتا تھا کہ سترہویں صدی عیسوی تک خود کلیسا نے اسے جائز تسلیم کیا، کلیسا اور ریاست دونوں کی طرف سے اس کی اجازت تھی، لیکن مغرب کے نام نہاد دانشوروں اور ناعاقبت اندیش مفکروں نے اس تجویز کو قبول نہیں کیا حالانکہ وہ اس مشکل کا واحد حل تھا، لیکن انہیں شاید اپنی مادی ترقی اور مشرق پر سیاسی تفوق کے زعم میں یہ بات معیوب نظر آئی کہ وہ کسی ایسے حل کو قبول کریں جس پر اسلام کا لیبل لگا ہو اور جسے انہوں نے اپنی بے جا تنقید اور ملامت کا نشانہ بنایا ہو۔

حضرات انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں اخلاقی اقدار کو خاص اہمیت حاصل ہے، کسی آسمانی مذہب میں بھی زنا کی اجازت نہیں بلکہ زنا تک پہنچانے والے جو اسباب ہیں انہیں بھی شدت کے ساتھ ممنوع قرار دیا گیا ہے، ہمارے پیغمبر علیہ السلام کے ارشادات

میں آنکھ، کان، ہاتھ پیر کے زنا کی الگ الگ صورت بیان کی گئی ہے اور کسی اجنبی عورت کو شہوت سے دیکھنے کی یہ سزا بیان کی گئی کہ قیامت کے دن اس کی آنکھ میں پگھلا ہوا سیسہ ڈالا جائے گا، حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد بھی اس سے ملتا جلتا ہے، وہ فرماتے ہیں:

تم سن چکے ہو! کہا گیا تھا کہ زنا نہ کرنا لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ جس کسی نے بری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ ڈالی، وہ اپنے دل میں اس کے ساتھ زنا کر چکا، پس اگر تیری داھنی آنکھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو اسے نکال کر پھینک دے کیونکہ تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تیرے اعضاء میں ایک جاتا رہے اور تیرا سارا بدن جہنم میں نہ جائے (متی باب ۵ آیت ۲-۲۹)

بہر حال مغرب کے نام نہاد ارباب عقل ودانش نے اپنی نادانی سے یہ سمجھا کہ چند زوجگی کا قدیم طریقہ ترقی وتمدن اور تہذیب واخلاق کے خلاف ہے اور پھر اسکے انجام و عواقب پر غور کئے بغیر اس پر پابندی عائد کر دی جس کی بنیاد پر وہاں بے شمار سماجی واخلاقی پیچیدگیاں رونما ہوئیں، ایک طرف سماج میں عورتوں کی کثرت اور دوسری طرف تعدد ازدواج پر پابندی، اس کا فطری نتیجہ یہ ہوا کہ مرد وزن کے درمیان ناجائز صنفی تعلقات کے دروازے کھل گئے۔

ماہرین جنس کی تصریح کے مطابق مرد کے اندر فطری طور پر تعدد ازدواج کا رجحان پایا جاتا ہے، وہ زندگی کے بعض دوسرے امور کی طرح جنسی معاملات میں بھی تنوع پسند واقع ہوا ہے، وہ تو تعدد ازدواج کی شرعی پابندیاں اور گراں بار ذمہ داریاں ہیں جو عام افراد کو اس کے لئے سر اٹھانے نہیں دیتیں، لیکن جب سماج میں بے نکاحی عورتوں کی ایک فوج اپنی جنسی پیاس بجھانے کے لئے انہیں دعوت عیش دے رہی ہو اور ان کا استقبال کر رہی ہو اور اس آزادانہ ملاپ کے نتیجے میں ان پر کسی قانونی ذمہ داری کا بوجھ بھی نہ پڑ رہا ہو تو کیف وسرور اور عیش وعشرت کے ان رنگین لمحات کو کوئی کیوں ہاتھ سے جانے دے

اور کیوں نہ ان سے جی بھر فائدہ اٹھائے، نتیجہ یہ نکلا کہ ان ممالک میں جنسی جرائم نے اس شدت سے سر اٹھایا کہ پورا معاشرہ عفت وعصمت اور اخلاقی قدروں سے عاری ہوگیا اور معاملہ یہیں تک محدود نہیں رہا، کسی سماج میں لوگوں کے جنسی جذبات اگر ایک مرتبہ مشتعل ہوجائیں تو پھر ان کا قابو میں آنا بڑا مشکل مسئلہ بلکہ ناممکن ہوجاتا ہے اور اس کے مہلک اثرات پورے معاشرے کو تہ و بالا کرکے رکھ دیتے ہیں، چنانچہ اسکا دوسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ فواحش کی کثرت کے نتیجہ میں امراض خبیثہ وبائے عام کی طرح پھوٹ پڑے ایڈز آج امریکہ اور تمام مغربی ملکوں میں دردسر بنا ہوا ہے، ایک مشہور ماہر نفسیات ڈاکٹر سی جی جنگ (C.G. Jung) اپنی ایک تصنیف میں لکھتا ہے:

افریقی مشنریوں کے ذریعہ تعدد ازدواج کے خاتمہ کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ عصمت فروشی وقحبہ گری میں غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے، اس حد تک کہ تنہا یوگنڈا کو بیس ہزار پونڈ سالانہ امراض خبیثہ کی روک تھام پر صرف کرنا پڑ رہا ہے، رہے اخلاقی عواقب ونتائج تو وہ بدترین اور ناقابل بیان ہیں (تعدد ازدواج مؤلفہ سید حامد علی)

تیسرا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلق کے نتیجے میں ناجائز اولاد کی وہ کثرت ہوئی جو اس سے قبل انسانی تاریخ میں کبھی نہیں ہوئی تھی، حتی کہ حرامی بچوں کا تناسب بہت سے ملکوں میں ساٹھ فی صد سے لے کر پچھتر فی صد تک پہنچ گیا، لیکن اسلامی ممالک اس طوفان بلاخیز سے محفوظ رہے چونکہ وہاں تعدد ازدواج کا قانون رائج تھا، اقوام متحدہ کی طرف سے شائع ہونے والے ڈیموگراف سالنامہ ۱۹۵۹ء میں اس حقیقت کا کھلے لفظوں میں اعتراف کیا گیا ہے، ملاحظہ ہو:

اس میں (سالنامہ میں) اعداد وشمار کے ذریعہ بتایا گیا ہے کہ جدید دنیا میں جو صورت حال ہے وہ یہ ہے کہ بچے اندر سے کم اور باہر سے زیادہ پیدا ہو رہے ہیں۔ ڈیمو

گرافک سالنامہ کے مطابق ان ملکوں میں حرامی بچوں کا تناسب ساٹھ فی صدی ہے، اور بعض ممالک میں مثلاً پناما میں تو چار میں سے تین بچے پادریوں کی مداخلت یا سول میرج رجسٹری کے بغیر ہی پیدا ہو رہے ہیں، یعنی ۷۵ر فی صد حرامی بچے، لاطینی امریکہ میں اس قسم کے بچوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے، متحدہ اقوام کے اس ڈیموگراف سالنامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم ملکوں میں حرامی بچوں کی پیدائش کا تناسب نفی کے برابر ہے، چنانچہ اس میں بتایا گیا ہے کہ متحدہ عرب جمہوریہ (مصر) میں ناجائز بچوں کا تناسب ایک فی صد سے بھی کم ہے، جبکہ متحدہ عرب جمہوریہ تمام مسلم ملکوں میں شاید سب سے زیادہ مغربی تہذیب سے متاثر ہوا ہے، مسلم ممالک دور جدید کی اس عام وبا سے محفوظ کیوں ہیں؟ اس کا جواب متحدہ اقوام کا سالنامہ مرتب کرنے والے ایڈیٹروں نے یہ دیا ہے کہ چونکہ مسلم ممالک میں چند زوجیت کا رواج ہے، اس لئے وہاں ناجائز ولادتوں کا بازار گرم نہیں ہے، چند زوجیت کے اصول نے مسلم ملکوں کو وقت کے اس طوفان سے بچالیا ہے (علم جدید کا چیلنج ص:۲۶۶ بحوالہ ہندوستان ٹائمس ۱۲ر دسمبر ۱۹۶۰)

شیخ عبداللہ مراغی اپنی کتاب "**الزواج والطلاق فی جمیع الأدیان**" میں فرانس کے بارے میں لکھتے ہیں:

حکومت فرانس کے ایک سرکاری افسر نے اپنی تقریر کے دوران کہا کہ کیمپوں میں حرامی بچوں کی تعداد ایک کثیر حد تک پہونچ گئی ہے جو ملک کے لئے پریشان کن مسئلہ ہے اور یہ محض تعدد ازدواج سے ممانعت کا نتیجہ ہے۔ یک زوجگی کی مشکلات بعض معاشروں کے لئے بہت پریشان کن ہے اور فوری حل تلاش کرتی ہے (ص ۱۶۰ بحوالہ المقارنات والمقابلات ۲۳۶-۲۳۹)

چوتھا بڑا نقصان یہ ہوا کہ مرد وزن کے آزادانہ ملاپ اور ناجائز تعلقات کے نتیجہ

میں ان ممالک میں نکاح کی اہمیت ختم ہوگئی، ازدواجی رشتہ کمزور اور خاندانی نظام منتشر ہو کر رہ گیا، کیوں کہ جب ازدواجی زندگی کی ذمہ داریاں قبول کئے بغیر جنسی تعلق کی راہ ہموار ہو تو انسان اپنے آپ کو نکاح کی پابندیوں میں کیوں گرفتار کرے اور کیوں بیوی بچوں کی کفالت اور تربیت کا بوجھ اٹھائے، چنانچہ نکاح کا رشتہ کچے دھاگے کی طرح کمزور ہو کر رہ گیا، بات بات میں طلاق وتفریق کے واقعات رونما ہونے لگے، حتی کہ بعض ممالک مثلاً برطانیہ میں ۴۰رفی صد شادیاں طلاق پر منتج ہو رہی ہیں (صدق جدید لکھنؤ ص ۲۳ شمارہ ۸)

جبکہ اسلامی ملکوں میں طلاق کا تناسب کہیں ایک فی صد، کہیں دو فی صد ہے، مصر کی راجدھانی قاہرہ میں جہاں تمام مسلم ممالک سے زیادہ طلاقیں واقع ہوتی ہیں وہاں بھی اس کی تعداد دو فی صد سے زیادہ نہیں ہے (مدی حریۃ الزوجین: ۲/۲۰۰۶) اب خود فیصلہ کر لیا جائے کہ کس قانون نے ازدواجی رشتہ کو استحکام بخشا ہے اور کس نے کمزور کیا ہے۔

خلاصۂ بحث

خلاصۂ کلام یہ کہ تعدد ازدواج انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر اور فطری ضرورت ہے، اسی بنا پر ہر زمانے، ہر معاشرے اور ہر مذہب وملت میں اس کا رواج رہا ہے اور موجودہ حالات نے عالمی سطح پر اس کی ضرورت پیدا کر دی ہے، لہٰذا افراد اور سماج کو پاکیزہ رکھنے اور اخلاقی گندگی وجنسی آلودگی سے بچانے کے لئے اسے قانونی جواز عطا کرنا ضروری ہے، مغربی مفکرین میں پہلے بھی کچھ انصاف پسند اور سنجیدہ لوگ چند زوجگی کے حامی تھے اور اسے انسانی فطرت سے زیادہ قریب تصور کرتے تھے۔ اب یک زوجگی کی مکمل ناکامی اور برے نتائج کے سامنے آنے کے بعد اہل علم کا ایک بڑا طبقہ اسکی ضرورت کا اعتراف کر رہا ہے اور اسے اپنے مرض کے لئے تریاق سمجھ رہا ہے نیز اسے قانوناً نافذ کئے جانے کا مطالبہ کر رہا

ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر قانونی تعدد ازدواج کو تسلیم نہ کیا جائے تو غیر قانونی تعدد کو گوارہ کرنا پڑے گا جیسا کہ مغربی ملکوں میں ہوا، مغربی مفکر میکس نارڈن (Mex Nardon) اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتا ہے:

یک زوجگی کے قانوناً نافذ ہونے کے باوجود متمدن ممالک میں مرد تعدد ازدواج ہی کی حالت میں رہتا ہے، ایک لاکھ آدمیوں میں سے مشکل سے ایک آدمی ہوگا جو بستر مرگ پر یہ کہہ سکے کہ وہ اپنی پوری زندگی میں ایک عورت کے سوا کسی سے آشنا نہیں ہوا ہے (Conventional Lies of Civiliztion. P. 301) پس اصل مقابلہ وحدت ازدواج اور تعدد ازدواج کے درمیان نہیں بلکہ قانونی وغیر قانونی تعدد ازدواج کے درمیان ہے، اگر قانونی تعدد کو اختیار نہیں کرتے تو غیر قانونی تعدد کو لازماً گوارہ کرنا ہوگا جس کے نقصانات قانونی تعدد کے مقابلے میں بہت زیادہ ہیں۔ ترکی جو مسلم اکثریت کا ملک ہے اس نے ۱۹۲۶ء میں اسلام کے اس قانون کے خلاف ایک شہری قانون نافذ کیا جس کی رو سے تعدد ازدواج ناجائز قرار پایا، لیکن آٹھ سال ہی گذر پائے تھے کہ ناجائز ولادتوں، خفیہ غیر قانونی داشتاؤں وخفیہ طور پر قتل کئے گئے بچوں کی بڑھتی ہوئی تعداد نے حکومت کے ارباب حل و عقد کو اس قانون پر نظر ثانی کرنے پر مجبور کر دیا (ماذا عن المرأۃ ص: ۱۵۱)

تعدد ازدواج کی مشروط اسلامی اجازت سے معاشرہ کے چند ہی افراد فائدہ اٹھاتے ہیں، اس لئے کہ اس کے ساتھ بہت سی اخلاقی اور قانونی ذمہ داریاں لگی ہوئی ہیں، لیکن بے ضابطہ اور غیر قانونی تعدد میں (جس کا رواج تعدد کے ممنوع ہونے کی صورت میں ناگزیر ہے) معاشرہ کے تقریباً سو فی صد افراد ملوث ہوتے ہیں جیسا کہ خود اہل مغرب کو اس کا اعتراف ہے، اس لئے کہ اس کے ساتھ کوئی قانونی بندش اور اخلاقی ذمہ داریاں عائد نہیں ہوتی ہے، اسلامی چند زوجگی مرد کو اس کا پابند بناتی ہے کہ وہ ایک سے زیادہ عورتوں سے لطف

اندوز ہونا چاہے تو ان کی اور ان کے بچوں کی معاشی کفالت کا بیڑا اٹھائے اور مغرب کی غیر قانونی چند زوجگی مرد کو اس کی کھلی آزادی دیتی ہے کہ وہ چاہے تو بے شمار عورتوں سے لطف اندوز ہو لیکن ان کی اور ان کے بچوں کی کوئی قانونی ذمہ داری قبول نہ کرے، اب ٹھنڈے دل سے غور کر کے خود فیصلہ کر لیا جائے کہ کون سا قانون عدل وانصاف پر مبنی ہے اور کون سا ظلم واستحصال پر، کس قانون میں عورتوں اور بچوں کے مفاد کا تحفظ ہے اور کس میں ان کے حقوق کا ضیاع، کون سا نظام انہیں نکاح کے ثمرات و برکات سے ہم کنار کر کے سماج میں باعزت مقام دلاتا ہے اور کون سا نظام انہیں مردوں کے ظلم وہوس اور ان کی چیرہ دستیوں کا نشانہ بننے اور گناہ ومعصیت کا پیکر بن کر ذلت کی زندگی گذارنے پر مجبور کرتا ہے۔

اسلام میں تعدد ازدواج کی محدود اجازت کچھ شرائط اور قانونی پابندیوں کے ساتھ ہے اور فرد وسماج کی واقعی ضرورتوں کے پیش نظر ہے، اس لئے اس سے فائدہ اٹھانے والے افراد معدودے چند ہوتے ہیں، سرکاری اعداد وشمار سے پتہ چلتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں میں ایسے افراد کی تعداد ایک فی صد سے بھی کم ہے یعنی فی ہزار ۹ (دیکھئے الفرقان لکھنؤ ۴۰ رشمارہ ۹)

کم وبیش یہی تناسب دوسرے مسلم معاشروں اور ملکوں میں بھی ہے، اب اگر بہت سے شخصی واجتماعی فائدوں کے ساتھ اس کے کچھ نقصانات ہیں تو وہ معمولی قسم کے ہیں اور ہزار میں سے نو افراد یا ہزار خاندانوں میں سے صرف ۹ / خاندان تک محدود ہیں، اس کے برخلاف اس پر پابندی عائد کر دینے سے جنسی جرائم کا جو لاوا پھوٹتا ہے وہ زندگی کے ہر شعبہ کو متاثر کرتا ہے اور پوری سوسائٹی کو تہ وبالا کر دیتا ہے، اس لئے یک زوجگی کے مضر اثرات ونقصانات چند زوجگی کے ہلکے ومعمولی نقصانات سے بدرجہا زیادہ ہیں اور سب سے عظیم فائدہ یہ ہے کہ انتہائی نازک حالات میں بھی وہ فرد وسماج کو جنسی برائی وفحش کاری کی

نحوست سے پاک رکھتا ہے، اس لئے بہر حال وہ اس قابل ہے کہ اسے باقی رکھا جائے اور مختلف شخصی واجتماعی مصالح کے پیش نظر اسے قانونی جواز عطا کیا جائے۔

پھر یہ کہ اسلام میں ایک سے زیادہ نکاح کے لئے عورت کی رضامندی شرط ہے۔ اگر کوئی عورت کسی شادی شدہ مرد سے شادی کرنے کے لئے تیار نہ ہو تو اس کے لئے شادی کرنا ممکن نہ ہوگا، شادی کی صحت کیلئے دونوں فریق کی رضامندی شرط ہے، اسلام میں جب باپ کا کرایا ہوا نکاح لڑکی کے رد کر دینے سے رد ہو سکتا ہے تو کسی دوسرے مرد کے لئے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ کسی عورت سے اس کی مرضی کے بغیر شادی کر لے اور عورتوں کو جب معاشرہ میں غیر شادی شدہ مرد نہ ملیں تو داشتہ بن کر رہنے، جسم فروشی کرنے اور معصیت کی زندگی گذارنے سے کہیں بہتر ہے کہ وہ کسی شادی شدہ مرد سے نکاح کر کے باعزت زندگی گذاریں، پس اسلام کا یہ قانون عورت کے حق میں ہے نہ کہ ان کے خلاف۔

اور جہاں تک تعدد کی صورت میں پہلی بیوی کے حقوق کے متاثر ہونے کا خطرہ ہے تو اس کے سد باب کے لئے شریعت نے عدل کی شرط لگا دی ہے اور اگر کوئی شوہر زیادتی کا مرتکب ہو اور بیویوں کے درمیان غیر منصفانہ سلوک کرے تو عورت کو اس کے خلاف عدالت سے چارہ جوئی کا حق حاصل ہے۔

پس شریعت کی یہ اجازت ایسے افراد کے لئے ہے جن کی طبیعت میں حزم و احتیاط ہو، عدل وانصاف اور ورع وتقوی ہو، جو ایسی مضبوط قوت ارادی کے مالک ہوں جو کسی بیوی کی حق تلفی اور اس پر زیادتی کرنے سے پرہیز کریں، جنہیں اللہ کی نگرانی اور آخرت کے مواخذہ کا ہر وقت احساس ہو، اسی کے ساتھ ان کی معاشی حالت نئے رشتہ کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی اجازت دیتی ہو، تو ظاہر ہے کہ ایسی پاکیزہ سیرت کے حامل افراد سے معاشرہ کو جو اولاد ملے گی وہ بھی ان پاکیزہ صفات کی حامل ہوگی اور ایسے

افراد کا وجود ہر معاشرہ کے لئے رحمت و ہر انسانی سماج کو ایسے صالح افراد کی ضرورت ہے، اسلئے ایسے افراد کا تعدد ازدواج کے لئے قدم اٹھانا سماج پر احسان ہے۔

جو لوگ تعدد ازدواج کی بنیادی شرط پوری کئے بغیر محض عیاشی، شہوت رانی یا پہلی بیوی کو پریشان کرنے کی غرض سے چند شادیاں کرنا چاہتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اسلامی شریعت کی رو سے قطعاً اس کی اجازت نہیں ہے اور ایسا نکاح شرعا حرام ہے، یہ قانون کا نقص نہیں، اس کا غلط استعمال ہے، اور کسی بھی اچھے سے اچھے قانون کے غلط استعمال سے معاشرتی پیچیدگیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اس کی ذمہ داری کسی طرح شریعت پر عائد نہیں ہوسکتی، بلکہ مسلم سماج کی ذمہ داری ہے کہ ایسے لوگوں کی اصلاح حال کی کوشش کریں۔

بہر حال چونکہ تعدد ازدواج کے قانون کے ساتھ بہت سی ضرورتیں اور انفرادی و اجتماعی مصالح وابستہ ہیں اس لئے اسلام نے اس کی اجازت دی ہے۔ بعض پہلوؤں سے اس کے کچھ نقصانات بھی ہیں لیکن وہ یک زوجگی کے نقصانات کے مقابلہ میں بہت ہلکے ہیں، اس لئے بڑے مصالح کے پیش نظر انہیں گوارہ کیا جائے گا، کسی چیز کے چھوڑنے کے لئے یہ کافی نہیں کہ اس میں کچھ نقصانات ہیں، نہ کسی چیز کے اختیار کرنے کے لئے اس میں محض کچھ فوائد کا پایا جانا کافی ہے، بلکہ ایسی صورت میں نفع ونقصان کا موازنہ کیا جائے گا، اگر مضرت کا پہلو غالب ہوگا تو اسے ترک کیا جائے گا اور منفعت کا غلبہ ہوگا تو اسے اختیار کیا جائے گا، قرآن کریم کی صراحت کی رو سے شراب وجوئے میں بھی کچھ منافع ہیں (بقرہ) مگر اس کے باوجود قرآن نے انہیں حرام قرار دیا اور جہاد وقتال میں خونریزی، بدامنی اور جان ومال کا ضیاع ہے لیکن بلند مقاصد کی خاطر اسے فرض قرار دیا گیا، اسی طرح یک زوجگی کے کچھ فوائد اور چند زوجگی کے کچھ نقصانات ہیں لیکن چند زوجگی کو ممنوع اور یک زوجگی کو لازم قرار دینے کی صورت میں جو مضرات ونقصانات ہیں وہ بہر حال ناقابل برداشت ہیں کیوں

کہ اس صورت میں فسق وفجور، جنسی انارکی وفحش کاری کی وبا پھوٹ پڑتی ہے جو فرد، قوم، ملک اور سماج سب کے لئے تباہ کن ہے، اس لئے اسلام اسے کسی قیمت پر گوارہ نہیں کرسکتا اور چند زوجگی میں اخلاقی اقدار، عفت وعصمت کی حفاظت، مصالح عامہ کی رعایت اور ملک وسماج کی اجتماعی مشکلات کا حل ہے، اس لئے وہ قابل ترجیح ہے۔

انصاف پسند اہل مغرب کا تعدد ازدواج کی طرف میلان

یورپ میں تعدد ازدواج کے قانونی امتناع کے نتیجہ میں جو اخلاقی مفاسد وپیچیدہ مسائل کھڑے ہوئے اس سے مغرب کا سنجیدہ طبقہ نالاں ہے اور وہاں کی شرمناک وتکلیف دہ صورتحال سے بیزار ہوکر تعدد ازدواج کو نئے سرے سے اختیار کرنے کا مطالبہ کر رہا ہے، ذیل کے اقتباسات سے اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، استاد خطیب مکی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں:

روئٹر کی خبر رساں ایجنسی نے چند سال قبل لندن کی ایک خبر شائع کی جس میں یہ کہا گیا ہے کہ ''کانٹربری'' جو برطانوی گرجا کا سب سے بڑا پادری ہے اس کی قیادت میں چار بڑے پادریوں نے لندن کے کچھ سماجی اسکالروں سے ملاقات کی اور تعدد ازدواج کے نظام کی طرف سے دفاع کرنے والی قرارداد منظور کی اور حکومت سے اس کا مطالبہ کیا کہ مصالح عامہ کی خاطر اور خود عورتوں کی مصلحت کے پیش نظر عیسائیوں کو اس کی اجازت دی جائے (ماذا عن المرأۃ)

فرانس وغیرہ کے بہت سے فلاسفہ ومصلحین کی اس نوعیت کی بہت سی تصریحات ملتی ہیں، فرانسیسی فلسفی ڈاکٹر ''گستالی بان'' اپنی کتاب ''حضارۃ العرب'' میں لکھتا ہے:

اہل یورپ نے تعدد ازدواج کے نظام کو بری طرح ملامت کا نشانہ بنایا ہے،

حالانکہ یہی وہ نظام ہے جس کی حقیقت تک پہنچنے میں انہوں نے سب سے زیادہ ٹھوکر کھائی ہے، یورپ کے اکثر مؤرخین کا خیال ہے کہ تعدد کے نظریہ نے اسلام کے زاویہ کو تنگ کیا ہے اور اہل مشرق کے انحطاط کا سب سے بڑا سبب یہی ہے، حالانکہ یہ بات واقعہ کے خلاف ہے اور مجھے توقع ہے کہ جو قاری بھی اپنے یورپین نظریات سے صرف نظر کر کے اس فصل کا مطالعہ کرے گا وہ اس اعتراف پر اپنے آپ کو مجبور پائے گا کہ مشرق کا نظام تعدد ایک پاکیزہ نظام ہے جو اس پر عمل پیرا ہونے والی قوموں کے اخلاقی معیار کو بلند کرتا ہے، خاندانی نظام کو مستحکم اور خود عورت کو عزت و احترام اور سعادت و کامرانی عطا کرتا ہے، جس کا یورپ میں کہیں وجود نہیں.... کوئی سبب نہیں کہ مشرق کے قانونی تعدد ازدواج کو مغرب کے خفیہ اور ناجائز تعدد سے کمتر سمجھا جائے، بلکہ اس کے برعکس میرا نظریہ یہ ہے کہ اول کو ہر طرح دوسرے پر ترجیح حاصل ہے۔ (حضارۃ العرب ص۴۸۲-۴۸۴)

لاہور کے روزنامہ کے لئے لندن کا نامہ نگار لکھتا ہے:

دو عالمی جنگوں نے انگلینڈ میں عورتوں اور مردوں کے عددی تناسب کو تہ و بالا کر دیا ہے۔ اب عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے اور ان عورتوں میں سے اکثر عورتیں شادی کی قلبی خواہش کی تکمیل کے بغیر ہی بوڑھی ہو جاتی ہیں، انہیں زندگی کا لطف اٹھانے کے تمام مواقع ملتے ہیں مگر وہ حقیقی سکون اور روح کی تسکین پانے سے محروم رہتی ہیں''

''حقیقت یہ ہے کہ مردوں کی قلت انگلینڈ میں ہی نہیں بلکہ پورے یورپ میں ایک مسئلہ بن گئی ہے، یہ اخلاقی آوارگی اور بداخلاقی کا ہیبت ناک تسلط جسے ہر شخص مغربی تہذیب میں ہر جگہ دیکھ سکتا ہے، اس کی ایک بڑی وجہ مرد کی قلت ہے، عورت کی شادی کی خواہش اس کی فطرت میں رکھی ہوئی ہے، لیکن مغرب کے ذہنی پہلوانوں کا نظریہ یہ ہے کہ مرد کو ایک سے زیادہ شادی نہیں کرنا چاہئے، البتہ آزاد صنفی تعلقات جتنی عورتوں سے چاہے

رکھ سکتا ہے، مغرب کا قانون اور مذہب اس بات کے لئے تیار ہے کہ مسٹریس رکھنے اور ازدواجی تعلقات سے ماسوا ناجائز صنفی تعلقات کو برداشت کر لیں، لیکن ایک سے زیادہ باضابطہ شادی کو (برداشت کرنے کو تیار نہیں ہیں اسے) وہ کمینگی اور بدتہذیبی خیال کرتے ہیں(Marriage Commission Report x. Rayed Pd)

فرانس کے ماہر جنسیات ڈاکٹر لیبان (LEBON) کی رائے میں:

تعدد ازدواج اصناف کے درمیان فطری تعلق کی طرف واپسی بہت سی قباحتوں اور خرابیوں کا ازالہ کر دے گی، اس طرح قحبہ گری، امراض خبیثہ، اسقاط، ناجائز بچوں کی مصیبت، لکھوکھا غیر شادی شدہ عورتوں کی بدقسمتی جو دونوں اصناف کے مساوی تعداد میں نہ ہونے کا نتیجہ ہے، زناکاری نیز رقابت کا خاتمہ ہو سکے گا(Marriage Commission Report x. Rayed P.269) (عصمت فروشی ممالک متحدہ میں) کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو:

تین شیطانی قوتیں ہیں جن کی تثلیث آج ہماری دنیا پر چھا گئی ہے اور یہ تینوں ایک جہنم تیار کرنے میں مشغول ہیں: فحش لٹریچر جو جنگ عظیم کے بعد سے حیرت انگیز رفتار کے ساتھ اپنی بے شرمی اور کثرت اشاعت میں بڑھتا جا رہا ہے، متحرک تصویریں جو شہوانی محبت کے جذبات کو نہ صرف بھڑکاتی ہیں بلکہ عملی سبق بھی دیتی ہیں، عورتوں کا گرا ہوا اخلاقی معیار جو ان کے لباس اور بسا اوقات ان کی برہنگی اور سگریٹ کے روز افزوں استعمال اور مردوں کے ساتھ ہر قید و امتیاز سے نا آشنا ان کے اختلاط کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، یہ تینوں چیزیں ہمارے یہاں بڑھتی جا رہی ہیں اور اس کا نتیجہ مسیحی تہذیب و معاشرت کا زوال اور آخر کار تباہی ہے، اگر ان کو نہ روکا گیا تو ہماری تاریخ بھی روم اور ان دوسری قوموں کی طرح ہوگی جن کی یہی شہوت رانی، ان کی شراب، عورتوں اور ناچ رنگ سمیت فنا کے گھاٹ

اتار چکی ہے(ص:۱۲۹)

مشہور تھیوسوہسٹ (Theosohist) مسز اینی بسنٹ (Mrs. Ann Basant) کہتی ہیں:

مغرب میں جھوٹی اور نمائشی یک زوجگی ہے، بلکہ فی الحقیقت تعدد ازدواج ہے، مگر کسی ذمہ داری کے بغیر، جب آشنا عورت سے مرد کا دل بھر جاتا ہے تو وہ اسے نکال باہر کر دیتا ہے اور اس کے بعد وہ گرتے گرتے کسبی عورت بن جاتی ہے، کیوں کہ اس کا ابتدائی محبّ اس کے مستقبل کی کوئی ذمہ داری نہیں لیتا اور وہ تعدد ازدواج والے گھر میں محفوظ بیوی اور ماں بننے کے مقابلہ میں سوگنا زیادہ بدتر ہوتی ہے، جب ہم ہزاروں مصیبت زدہ عورتوں کو دیکھتے ہیں جو یورپ کے شہروں میں رات کے وقت سڑکوں پر ہجوم لگائے ہوتی ہیں تو ہمیں یقیناً یہ محسوس کرنا پڑتا ہے کہ مغرب کو تعدد ازدواج کے سلسلے میں اسلام کو ملامت کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، عورت کے لئے یہ کہیں زیادہ بہتر ہے، کہیں زیادہ مسرت انگیز ہے... کہیں زیادہ عزت بخش ہے کہ وہ تعدد ازدواج کے سسٹم کے تحت زندگی گذارے، وہ ایک مرد سے متعلق ہو، حلالی بچہ اس کی آغوش میں ہو اور وہ عزت کے ساتھ رہ رہی ہو، اس کے مقابلہ میں کہ اس کی عصمت دری ہو، وہ سڑکوں پر نکال باہر کر دی جائے، شاید ایک حرامی بچہ کے ساتھ جو غیر قانونی ہو، اس کی کوئی جائے پناہ نہ ہو، کوئی اس کی فکر کرنے والا نہ ہو، اس کی راتوں پر راتیں اس طرح گذریں کہ وہ کسی بھی راہ گیر کا صید زبوں بننے کو تیار ہو، مادریت کے شرف سے محروم، سب کی دھتکاری ہوئی۔

جناب مالک رام صاحب تعدد ازدواج کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جب ایک شخص دوسری بیوی

رکھنا چاہتا ہے اور پہلی کو بھی نہیں چھوڑنا چاہتا، اس صورت میں ایک نکاحی کے حامی کہیں گے نہیں وہ لازماً پہلی بیوی سے قطع تعلق کر لے، خواہ وہ بیوی بھی اس علیحدگی پر رضامند نہ ہو، تعدد ازدواج کی تائید میں متعدد دلائل پیش کئے جاسکتے ہیں، مثلاً یہ کہ عام حالت میں دنیا میں عورتوں کی تعداد مردوں سے کہیں زیادہ ہے، اگر ایک مرد ایک عورت کے اصول پر عمل کیا جائے تو ان زائد عورتوں کا کیا بنے گا؟ کیا ہم ان پر نکاح کا راستہ بند کر کے ان کی اور ان کے ساتھ شادی شدہ مردوں کی بھی گمراہی کا سامان تو پیدا نہیں کر رہے ہیں، پھر آئے دن جنگیں پیش آتی رہتی ہیں جن میں مردوں کی بہت بڑی تعداد کام آتی ہے اور یوں عورتوں کی نسبت مردوں سے اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، ملک کی بہبودی اور ترقی وحفاظت کے لئے مردوں کی ضرورت ہے، بتائیے آپ کیا کریں گے؟ اگر آپ ان عورتوں کو نکاح کرنے کا موقع نہیں دیتے تو گویا انہیں قعر مذلت میں دھکیل رہے ہیں اور انہیں مجبور کر رہے ہیں کہ وہ گناہ کی زندگی بسر کریں، کیوں کہ یہ جذبہ فطری ہے، اگر عورت سماج کی اجازت سے اس کی تسکین نہیں کر سکے گی تو سماج کو دھتا بتائے گی اور گھونگھٹ کی اوڑ میں شکار کھیلے گی، اس صورت میں آپ کو کسبی اور حرام اولاد کا وجود قانوناً تسلیم کرنا پڑے گا، حق انتخاب آپ کو حاصل ہے، ایک طرف آپ اس عورت کو قابل عزت بیوی اور گھر کی مالکہ اور محترم بنانے پر قادر ہیں، دوسری صورت میں وہ قابل نفرت داشتہ یا کسی خانماں برباد واپنے اور تمام سماج کے لئے کلنک کا ٹیکا بننے پر مجبور ہے۔ (اسلامیات ص۱۶۲-۱۶۱)

انگلینڈ کے ایک مشہور انگریزی اخبار ''ڈیلی میل'' نے تعدد ازدواج کے موضوع پر ایک مقالہ شائع کیا ہے اور اس میں کھل کر یہ مطالبہ کیا کہ انگلینڈ میں عورتوں کی تعداد مردوں کے مقابلہ میں زیادہ ہے، اس مشکل کا واحد حل اور کامیاب علاج صرف یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی قانونی اجازت دی جائے، ایک جرمنی خاتون کا جرمنی اخبار

’’ٹروتھ‘‘ میں درج ذیل مراسلہ شائع ہوا ہے:

’’ہماری لڑکیوں کی آوارگی بہت بڑھتی جارہی ہے اور پانی سر سے اونچا ہونے لگا ہے، لیکن لوگوں کو اس کے اسباب کی تلاش کرنے کی طرف بہت کم توجہ ہے، میں بھی چونکہ اسی صنف سے تعلق رکھتی ہوں، اس لئے لڑکیوں کی اس حالت زار سے دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے، مگر محض رنجیدگی اور غم خواری تو اس مرض کا علاج نہیں، جب تک اس گندگی کو ہٹانے کے لئے کوئی عملی قدم نہ اٹھایا جائے، خدا بھلا کرے ایک عالم فاضل (ٹامس) کا کہ انہوں نے مرض کی تشخیص کی اور اس کا تیر بہ ہدف علاج بتایا اور وہ یہ ہے کہ ایک مرد کو چند بیویاں رکھنے کی اجازت دے دی جائے، اس طریقہ سے تو یقیناً یہ مصیبت ٹل سکتی ہے اور ہماری بے سری، آوارہ گشت لڑکیاں گھر والیاں بن سکتی ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ سب سے بڑی ایک ہی مصیبت ہے، وہ یہ کہ ایک یورپین مرد کو ایک ہی بیوی رکھنے پر مجبور کرنا (المرأۃ بین الفقہ والقانون ص۸۲)